ناولز کلب
میں
اور
وہ
از قلم زریاب مصطفیٰ
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

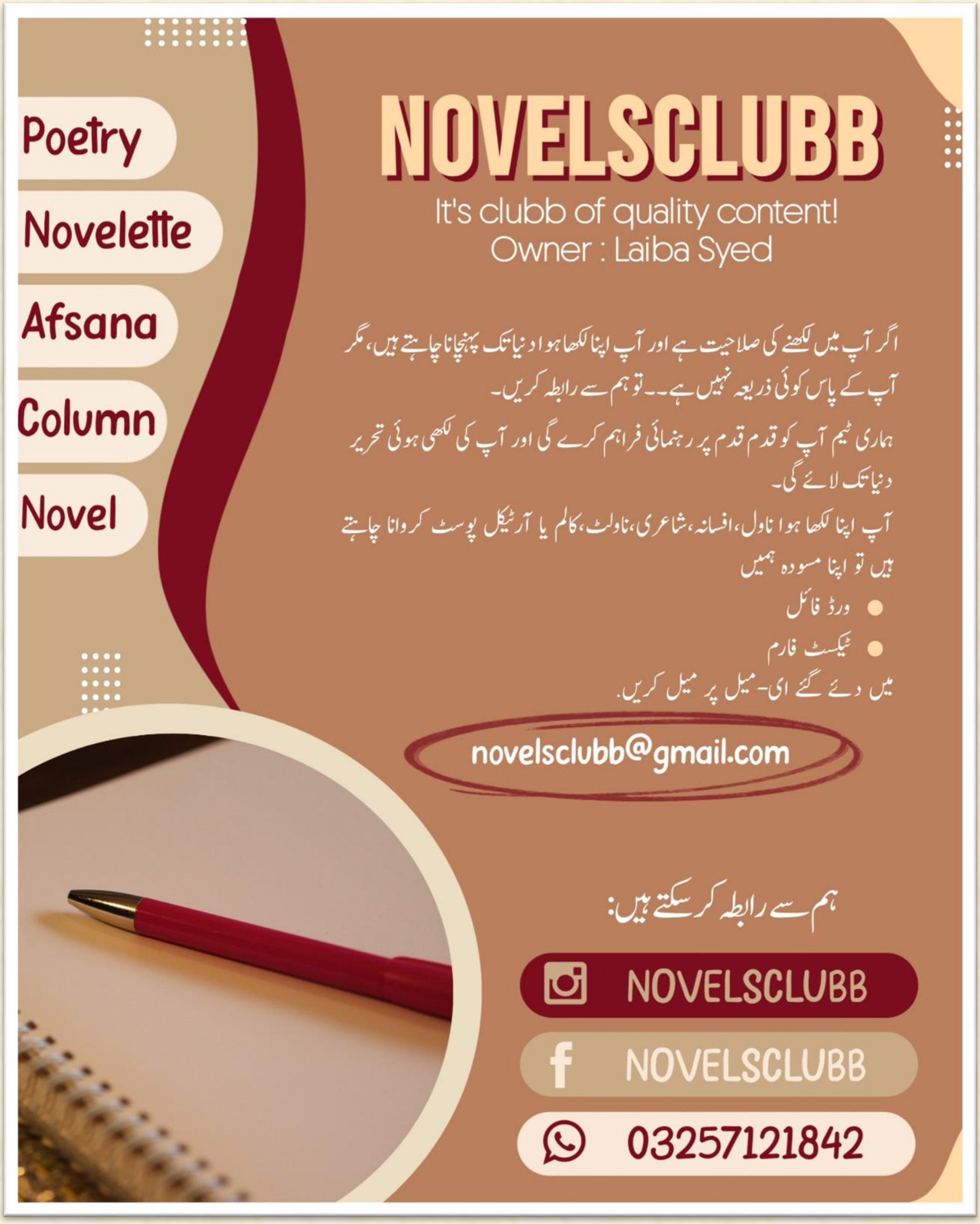
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

میں اور وہ

از قلم

زریاب مصطفیٰ

Clubb of Quality Content!

"میں اور وہ"

یہ میرے گھر کے چھوٹے سے صحن کا منظر ہے جس میں اس وقت ہم سارے گھر والے جمع ہیں اور ہمارا یہاں جمع ہونے کا مقصد ایک مہمان کو خوش آمدید کہنا ہے جس کی آمد ہوئے چند منٹ گزر چکے ہیں اور میری نانو اسے ساتھ لپٹائے آنکھوں سے دریائے نیلم بہانے میں مصروف ہیں۔ اب آپ سوچ رہے ہوں گے یہ موصوف ہیں کون؟ تو یہ موصوف ۔۔رکیں رکیں۔ پہلے اس موصوفہ سے تو جان پہچان کر لیں جو آپ کو اپنے گھر کے حالاتِ حاضرہ سے واقف کر رہی ہے اور آگے بھی کرتی رہے گی۔

تو جی میرا نام ہے خیر النساء اعجاز۔ خوبصورت نام ہے نا؟ مگر میری نانو کا کہنا ہے خانی (یعنی میں) کے نام میں ہی صرف خیر ہے ورنہ اس کے منہ سے آج تک کچھ بھی خیر کا نہ نکلا۔ غلطی ان کی نہیں ہے۔ واقعات ہی کچھ ایسے ہوئے کہ ان کو کہنا پڑا۔

پہلی بار ہم سب برآمدے میں بیٹھے تھے۔ میرے چھوٹے ماموں میرے سامنے ہی پلاسٹک کی نیلی کرسی پر براجمان تھے۔ میں نے منہ کھولا۔ کرسی ٹوٹ۔۔ ابھی الفاظ

میرے منہ میں ہی تھے کہ کرسی نے اپنی چاروں باہیں پھیلا کر وہ زوردار قسم کی انگڑائی لی کہ ماموں کے منہ سے کراہ کہ سواء کچھ نہ نکل سکا۔ پھر کیا تھا اگلے ایک ہفتے انھوں نے بستر توڑا اور اپنی خدمتیں کروائیں۔

دوسری دفعہ سیمی (چھوٹے ماموں کی چھوٹی بیٹی) کپڑے استری کر رہی تھی۔ میں نے پھر منہ کھولا۔ آج آگ۔۔ پھر الفاظ میرے منہ میں ہی رہ گئے اور کپڑے سے دھواں اٹھا اور آگ بھڑک گئی۔

تیسری دفعہ میری پیشن گوئی تھی کہ فری (چھوٹے ماموں کی بڑی بیٹی) ایک سبجیکٹ میں فیل ہو گی اور وہ ہو گئی فیل۔ آپ بھی سوچ رہے ہیں نا خیر النساء کی زبان میں تو واقعی کوئی خیر نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ یہ جو تین واقعات میں نے آپ کو سنائے ہیں پہلے میں ماموں کے بیٹھنے پر کرسی کا حال مجھے دکھ رہا تھا۔ دوسرے میں سیمی فون میں گھسی ریلز سکرول کر رہی تھی وہ بھی مجھے دکھ رہا تھا اور تیسرے میں میں نے غلطی سے فری اور اس کی

دوستوں کی باتیں سن لیں تھی جس میں فری بڑے پیپر کا رونا رو رہی تھی۔ بس اتنی سی بات تھی۔ خیر۔۔

تو آگے میرا تعارف یہ ہے کہ میں راولاکوٹ آزاد کشمیر میں رہتی ہوں۔ پڑھائی شڑھائی سے فارغ ہو چکی ہوں اور بازار کے شروع میں میری پھولوں کی ایک دکان ہے جس کا ایک زمانہ دشمن ہوا پڑا ہے۔ اب آپ سوچ رہے ہوں گے میں نانی کے گھر کیا کر رہی ہوں تو یہ کہ میں اور امی نانی اور چھوٹے ماموں کے ساتھ رہتے ہیں۔ نہیں نہیں۔ میری ماں اپنے سسرال سے لڑ جھگڑ کر بالکل نہیں آئی۔ یہ ہمارے گھر کی ساتھ والی دیوار کے ساتھ میرا ددھیال ہے۔ میرے ابا اور امی فرسٹ کزنز تھے۔ ابا سالوں پہلے دنیا سے کوچ کر گئے۔ امی کی ساس بھی پھر کچھ عرصہ رہیں۔ جب تک وہ رہیں ہم ان کے ساتھ رہے۔ پھر گھر میں میرے چچا اور ان کی بیوی کا راج ہوا تو ہم بھوریا بستر اسمیٹ کر دیوار پھلانگتے نانی کی طرف آ گئے۔ بس یہی ہے میرا تعارف۔

اب آتے ہیں موصوف کی طرف۔ یہ ہیں میری نانی کے پوتے۔ نوح غفار۔ امریکہ سے آئے ہیں ابھی ابھی۔ سالوں بعد۔ چلیں اب ان کی کہانی سناتی ہوں۔ ہوا کچھ یوں کہ بھر سوں پہلے بڑے ماموں، ان کی اہلیہ اور یہ موصوف جو اس وقت دو سال کے تھے سعودی عرب روانہ ہوئے۔ وہاں پتہ نہیں کیا تدبیر چلائی ماموں نے کہ نکل آیا امریکی ویزا اور یہ تینوں ہو گئے امریکہ روانہ۔ پھر کیا تھا۔ ماموں خود کو اس کے بعد انگریز سمجھنے لگے۔ اپنے دیسی گھر آنے میں جھجک ہونے لگی۔ وہ کچھ چار چھ بار آئے ان سالوں میں مگر یہ موصوف ساتھ نہ تھے۔ اور اب ان موصوف کو اپنی دادی کے غم نے ستایا تو چلے آئے سر کے بل۔ نقلی انگریز ماموں کا نیم انگریز بیٹا۔ اردو آتی ہے مگر منہ ٹیڑھا کر کے غٹر غٹر انگریزی بول رہا ہے۔ بھائی ہم بھی ایک عدد نیمو منہ میں نچوڑیں اور پھر ایسی ہی غٹر غٹر کریں۔ مجال ہے جو کسی کو پتہ چلے کہ ہم امریکا پلٹ نہیں۔

میں اپنی کہانی سے باہر نکلی تو دیکھا کہ وہ سب سے ملنے کے بعد میرے سامنے آیا کھڑا ہے۔ اب جا کر میں نے اسے غور سے دیکھا۔ مناسب قد، چوڑے شانے اور خاصہ خوش شکل۔ اور

Clubb of Quality Content

اوپر سے چہرے کے ساتھ چپکی مسکراہٹ۔ میں نے بھی اپنے منہ پر ویسی کی مسکراہٹ چپکائی۔

"خیر النساء کیسی ہو؟"شستہ اردو میں پوچھا تھا اس نے۔

" ٹھیک۔" میں نے یک لفظی جواب دیا۔ وہ میرے پہلو سے ہوتا آگے بڑھ گیا۔ میرے کچھ پوچھنے کی باری ہی نہیں آئی۔ لگتا ہے خاصہ مغرور ہے۔ ہونہہ۔ مجھے کیا یہ نیم انگریز جو بھی ہو۔ میں نے بھی ایک ادا سے اپنا سیاہ دوپٹہ لہرایا اور سب کے پیچھے اندر چلی آئی۔

تو یہ تھی میری یعنی خیر النساء اعجاز اور نوح غفار کی پہلی ملاقات۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آج صبح سے ہی موسم ابر آلود تھا۔ دھند میں لپٹے پہاڑوں کے بیچ موجود اس شہر میں چلتے ہیں جہاں بازار کے شروع میں موجود ہے ہماری دکان۔ "خانی فلاورز۔"

موسم کی طرح دکان کی مالکن کا مزاج بھی ابر آلود تھا۔ ایک وجہ تو۔۔۔ یہ وجہ بعد میں جانتے ہیں۔ دوسری وجہ صبح صبح گھر میں ہونے والی چھڑپ تھی۔ وقت کے پہیے کو پیچھے گھماتے اب یہ منظر ہے صبح کا جہاں افسر بی (نانو) کے گھر کے کچن میں معمول کی اٹھک

Clubb of Quality Content

پٹھک جاری تھی۔ خیر النساء دروازہ دھکیلتی اندر داخل ہوئی۔ نانو نے سر سے پیر اسے دیکھا۔ سرخ گرم سوٹ پر سیاہ کوٹ اور حجاب کیے وہ جانے کے لیے تیار تھی۔

"میں دکان جارہی ہوں امی۔" مصروف سے انداز میں بیگ میں چیزیں ڈالتے اس نے خبر دی۔

"موسم کو دیکھو خانی کتنا خراب ہے۔ کیا ضرورت ہے جانے کی۔ بھاگی نہیں جارہی تمھاری دکان۔"

"امی پچھلے کئی دنوں سے نہیں گئی میں۔"

"خانی ناشتہ کر کے جاؤ۔" یہ چھوٹی مامی تھیں ذکیہ۔ وہ واحد انسان جنھیں خانی فلاورز سے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔

"نہیں مامی وہیں کچھ کھالوں گی۔"

"ہاں۔ اس کا تو کاروبار چل رہا ہے جس میں زرا سی دیر ہو گئی تو کروڑوں کا نقصان ہو جائے گا۔"

بلآخر نانو نے اپنا حصہ ڈالا تھا۔ اس نے بس ایک نظر ان سب کو دیکھا تھا۔ اس کی دکان سے مسئلہ ہمیشہ کا نہیں تھا۔ یہ تو بس جب ایک رشتہ آیا تو اس نے کہہ دیا کہ بہو کے ساتھ اس کی دکان کو بھی قبول کرنا ہوگا۔ پھر کیا تھا۔ ان لوگوں کو دکان کے آنے سے مسئلہ نہیں تھا بلکہ دکان کا بہو کا ہونا اور بہو کا اس پر جانے سے مسئلہ تھا۔ تو بس نہیں ہوا رشتہ۔ اور پھر شروع ہو گئی امی اور نانو کی دکان سے خار۔

"نانو۔ یہ میرا کام ہے۔ وہاں میرے پودے ہیں جن کو میری اور دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔" اور یہاں کی تھی خیر النساء نے غلطی اپنا منہ کھول کر۔

"ہاں ہاں۔ پودے نہ ہو گئے بچے ہو گئے۔ ان منحوسوں کے سبب کتنے اچھے رشتے ہاتھ سے گئے۔ بیٹھی رہنا تم ساری زندگی انھی پودوں کے ساتھ۔" نانی ہو گئی تھی شروع۔ اور پتہ نہیں کون کون سے رشتے انھیں یاد آرہے تھے۔ وہ بھی جو کبھی آئے ہی نہیں تھے۔

"بیٹھی رہوں گی ایسے ہی آپ کے سینے پر مونگ دلوں گی۔" اس نے بھی کچھ بلند آواز میں کہا۔ وہ بدتمیز ہرگز نہ تھی بس ایک یہ دکان کا ہی معاملہ تھا جس میں وہ جذباتی ہو جاتی تھی۔

"آہستہ بولو بچہ آرام کر رہا ہے۔" صفیہ (امی) نے اسے ڈپٹا۔

"پچھلے ایک ہفتے سے آرام ہی کر رہا ہے۔ امریکہ میں کیا سٹیچو آف لیبرٹی کی جگہ اسے کھڑا کیا گیا تھا جو آرام ختم ہی نہیں ہونے میں آ رہا۔" وہ بھنا کر کہتی پلٹی اور بے طرح حجل ہوئی۔

سٹیچو آف لیبرٹی دروازے میں استادہ تھا۔ اس نے چہرے پر ہلکی مسکراہٹ اور آنکھوں میں دلچسپی سے سامنے کھڑی لڑکی کا جائزہ لیا۔ وہ یقیناً اس کے قول سن چکا تھا۔ خیر النساء اس سے نظریں چراتی اس کے پاس سے گزرتی چلی گئی۔ نوح نے پیچھے مڑ کر تن فن کرکے جاتی لڑکی کو دیکھا اور پھر دادو کی آواز پر اندر چلا آیا۔ اب ہونی تھی اس کی خاطر مدارت۔

سفید اور سنہری روشنی میں خیر النساء کاؤنٹر پر گال ٹکائے شیشے سے باہر دیکھ رہی تھی۔ بارش اور بھاپ کی وجہ سے شیشہ کچھ دھندلا سا گیا تھا۔ کچھ وقت گزرا تھا کہ وہ چونکی۔ دھندلے شیشے کے پار کسی کی دھندلی شبیہ دکھائی دی۔ وہ شاید نہیں یقیناً وہی تھا۔ نوح غفار۔ سڑک پار کرتا اس کی دکان کی طرف آتا ہوا۔ خیر النساء سیدھی ہو بیٹھی۔ تبھی دروازہ کھلا اور وہ اندر

آیا۔ دروازہ کھلنے سے سامنے لگے ونڈ چائم نے زوردار چھنکار پیدا کیا۔ وہ چھتری کے بغیر آیا تھا۔ نم بالوں میں ہاتھ پھیرتا وہ اس کے سامنے آرکا۔

"ہائے۔"

"ہائے۔" ہونق بنی خیر النساء بھی اسی کے انداز میں بولی۔ پھر لمحے میں سنبھلی۔

"بتائیں کیا چاہیئے آپ کو؟"

"ہوں۔ کوائیٹ پروفیشل۔" وہ گردن گھما کر دکان کا جائزہ لے رہا تھا۔ چہرے پر ستائش تھی۔

ہونہہ۔ پروفیشل نہ تو یہاں مکھیاں مارنے بیٹھی ہوں کیا۔ وہ صرف سوچ ہی سکی۔ نوح نے دوبارہ اسے دیکھا۔ اس نے سوالیہ چہرہ بنایا۔ جسے بولو بھی کیا چاہیے۔

"خیر النساء۔" پتہ نہیں اس نے پکارا تھا یا مانگا تھا۔

"جی۔" پتہ نہیں اس نے پکار کا جواب دیا تھا یا سوالیہ جی کہا تھا۔

"شام ہو رہی ہے۔ موسم بھی زیادہ خراب تھا تو دادو نے کہا تمھیں لے آؤں۔"

"آج سے پہلے بھی موسم خراب ہوا ہے اور شام بھی ہوئی ہے اور میں اکیلی ہی گھر گئی ہوں۔

"نانو کے ذکر پر اس کو صبح والی جھڑپ اور دکھ دونوں پھر یاد آ گئے تھے۔ پھولے منہ کے ساتھ اس نے چیزیں سمیٹنا شروع کیں۔

"ہاں گئی ہو گی مگر آج تو میں لینے آ گیا ہوں۔" وہ پلٹ کر ایک پودے کا معائنہ کرتا بولا تھا۔ خیر النساء نے بیگ کندھے پر ڈالا، چھتری لی اور دروازے تک آئی۔

"آپ چھتری نہیں لائے؟" اس نے پلٹ کر پیچھے آتے نوح سے پوچھا۔

"لایا تھا مگر راستے میں کسی کو ضرورت تھی تو اسے دے دی۔ تمہارے پاس تو ہے نا؟"

"ہاں۔" خیر النساء صرف اسے دیکھ کر رہ گئی۔ چھتری کسی کو دے کر خود بھیگتا ہوا آیا ہے۔ باہر نکل اس نے دکان بند کی اور چھتری کھولتے نوح کی طرف آئی جو شیڈ کے دہانے پر رکا تھا۔ نوح نے اس کے ہاتھ سے چھتری لی اور وہ دونوں آگے بڑھنے لگے۔

"کیا تم صبح والی بات پر اپ سیٹ ہوا؟" نوح نے کنکھیوں سے اس کے چہرے کو دیکھتے استفسار کیا۔ "نہیں۔"

"تو پھر کیا ہوا ہے؟" وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔

خیر النساء کے قدموں کو بریک لگی۔ اس نے سر اٹھا کر نوح کو دیکھا اور پھر۔۔۔ آنسو دھاریوں کی صورت اس کے گالوں پر بہنے لگے۔ نوح بوکھلایا اور جلدی سے اس کے سامنے کھڑا ہوا یوں کہ وہ اس کے آگے چھپ سی گئی تھی۔

"کیا ہوا ہے خانی؟ کیوں رو رہی ہو؟"

"میرے دو پودے خراب ہو گئے ہیں۔" آنسو کے بیچ بامشکل یہ آواز نکلی تھی۔ یہ تھا وہ پہلا غم جو دکان کے اندر بیٹھی وہ غلط کر رہی تھی۔ نوح نے گہرا سانس بھرا۔ یہ بات تھی۔ اس نے ارد گرد جائزہ لیا۔ کسی نے یوں اسے روتے دیکھ لیا تو کیا سوچے گا نوح کے بارے میں ۔

"خانی وہ صرف پودے تھے۔" اور اس بات پر خانی صاحبہ نے بے یقینی سے اس نیم انگریز کو دیکھا۔

"میں نے امپورٹڈ بیج منگوائے تھے اور ایک عرصہ لگا کر انھیں بڑا کیا تھا۔" اتنی بڑی دکھ کی بات تھی یہ اور وہ کہہ رہا تھا صرف پودے ہی تو تھے۔ ہونہہ بدتمیز انگریز۔

"اوکے دوبارہ منگوالیں گے۔" نوح نے اس کے جذباتی پن کو دیکھتے مفاہمتی انداز میں کہا۔ خیر النساء نے دونوں گال رگڑے۔ یکدم جگہ کا اور نوح کا احساس ہوا۔ افف۔ شرمندگی سی تھی جو نوح کے سامنے ہو رہی تھی۔ کیا ضرورت تھی اس کے سامنے دریا بہانے کی۔

"سوری۔" اس کی گھٹی سے آواز نکلی۔

"میں تو تمھیں خاصہ مضبوط سمجھا تھا۔" نوح نے کچھ جھکتے پُر مزاح چھیڑنے والے انداز میں کہا۔ خیر النساء نے گردن اٹھائی۔

"جن سے محبت ہو انسان ان کے معاملے میں ہمیشہ کمزور رہتا ہے۔" مگر اس نے بڑا سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔ وہ مزید کچھ کہتا مگر تیز ہوتی بارش نے انھیں گھر کی راہ لینے پر مجبور کر دیا۔ مگر آج کے بعد ایک تبدیلی آئی تھی۔ وہ ہر روز شام کو دکان پر آتا اور وہ

دونوں ساتھ گھر جاتے۔ اس چھوٹے سے سفر کے لیے نوح روز اس کے لیے کچھ نا کچھ

کھانے کو ضرور لاتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے پونے بارہ ہو رہے ہیں اور میں آپ کی خانی کچن میں کھڑی روٹیاں بیل رہی ہوں۔

فکر نہ کریں اتنی اچھی نہیں کہ رات کے اس پہر کسی کو بنا کر دوں۔ خود اپنے لیے بنا رہی ہو

کیونکہ چوہوں نے میرے پیٹ میں اولمپکس شروع کر رکھا ہے۔ ایک تو یہ بڑا مسئلہ ہے

رات کو بھوک لگ جانے والا۔ سارا گھر خواب خرگوش کے مزے لوٹے اور آپ کچن میں

کھڑے پیٹ پوجا کریں یوں کہ آپ کے سانس لینے کی آواز تک باہر نہ جائے ورنہ ہو گیا

پورا گھر آ گھٹا۔

اگر آپ کسی نئی خبر کے انتظار میں ہیں تو اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ نئی خبر یعنی

میرا نیم انگریز۔ توبہ استغفار۔۔۔ میرا کہاں سے آ گیا وہ۔ بس میری زبان کو اگنور کریں۔

اچھا تو نوح آج گھر نہیں ہے۔ وہ رضوانہ خالہ، میری خالہ اور اس کی پھپھو، کے گھر گیا ہے

رات کی دعوت پر۔ پتہ نہیں آج گھر آئے گا کہ نہیں۔ میں نے کسی سے پوچھا نہیں۔

ابھی میں نے پہلی روٹی بیلی تھی کہ کچن کے دروازے پر کھڑ کا ہوا۔ اس بے وقت کی افتاد پر میرا دل اچھل کر حلق میں آ پہنچا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ کون اس وقت آ ٹپکا ہے۔ تو یہ جناب اپنے موصوف تھے۔ نوح صاحب۔ اسے دیکھ میں نے پر سکون سا سانس خارج کیا۔

"تم اس وقت روٹی کیوں پکا رہی ہو؟" یہ کیسا سوال تھا۔ کیوں روٹی پکا رہی ہوں؟ ابویز لی۔ کھانے کے لیے۔ رات کے اس پہر چڑیلوں کو دعوت دینے سے رہی میں۔

"کھانے کے لیے۔" اپنے نادر خیالات کے برعکس میں نے اچھا جواب دیا۔

"کیوں پہلے نہیں کھائی تھی کیا؟" وہ میرے ساتھ آ رکا۔

"کھائی تھی مگر دوبارہ بھوک لگ گئی۔" میں نے کہتے ساتھ روٹی توے پر ڈالی۔ میں نے سیکنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا کہ نوح نے ٹوک دیا اور خود سیکنے لگا۔ میں دوسری روٹی بنانے لگی۔ میں نے ایک کھائی تھی۔ دوسری پتہ نہیں کیوں بنا رہی تھی۔

"نانو دیکھ لیں کہ ان کا انگریز پوتا۔"میں نے ابھی منہ سے لفظ نکالے ہی تھے کہ اس نے مجھے بیچ میں ہی ٹوک دیا۔

"انگریز نہیں ہوں میں۔"

"اچھا بھائی۔امریکی پوتا میرے لیے روٹی سیک رہا ہے تو اگلے سات جنم تک مجھے طعنے دیں۔"

"اتنی سویٹ ہیں دادو۔تم پتہ نہیں کیوں الجھی رہتی ہو ان سے۔"اس نے سیکی ہوئی روٹی چنگیر میں رکھی۔میں نے دوسری روٹی ڈالی اور وہ اسے سیکنے لگا۔جب تک وہ سیکتا میں نے سب کچن سمیٹا۔پلیٹ میں آلو مٹر نکالے اور شلف پر پلیٹ رکھتے وہیں ٹک گئی۔اس نے دوسری روٹی بھی میرے سامنے چنگیر میں رکھی اور میرے شروع کرنے سے پہلے وہ شروع ہو چکا تھا۔میں نے اپنا ہاتھ روک کر اسے دیکھا۔

"خالہ نے آپ کو کھانا نہیں دیا کیا؟"میری حیرت اور سوال دونوں بجا تھے کیونکہ اس نے جس طرح شروع کیا تھا ایسا لگتا تھا خالہ نے خالی پیٹ ہی واپس بھیجا ہے۔

"دیا تو تھا مگر وہ تمھارے حصہ کا نہیں تھا۔" اس نے مسکرا کر شرارت سے کہا۔ بھلا یہ کیا بات تھی۔ کیا وہ صرف اس لیے کھا رہا ہے کہ یہ میرا کھانا ہے۔ بھوک لگی مجھے تھی روٹی کھائی اس نے۔ آدھی میں نے ڈیڑھ اس نے۔ چلو جو بھی۔ رات میری اس کے بعد پر سکون گزری تھی۔ ایک وجہ میرا بھرا پیٹ اور دوسری صبح دیر تک سوناتھا میں نے۔ دراصل آج اتوار ہے اور اتوار کو میں دکان پر نہیں جاتی۔ مگر افسوس کہ میری دوسری خوشی ادھوری رہ گئی۔ وجہ میرا پیارا گھرانا۔

موٹر چلا دو۔

مرغیوں کو دیکھو میری پالک میں گھس رہی ہیں۔

کسی نے موٹر بند کی۔

ٹنکی بھر گئی ہے۔

اماں کی چھڑی کہاں گئی۔

ایسی کئی آوازیں تھی جو میرے دروازے کے باہر گونج رہی تھی۔ نارمل آواز ہوتی تو ٹھیک ہے مگر سب کا لاوڈ سپیکر میرے کمرے کے دروازے پر آکر پتہ نہیں کیسے آن ہو جاتا ہے۔ میرے گھر میں سب کے خلق میں لاؤڈ سپیکر کی انسٹالمینٹ فری میں ہوئی ہے۔ نیند تو گئی تھی بھاڑ میں۔ تو میں نے سوچا اٹھ ہی جاؤں۔ اٹھی تو معلوم ہوا کہ رضوانہ خالہ آ رہی ہیں۔ اب ان کے آنے کا کیا مقصد تھا یہ آپ کو بہت جلد معلوم ہونے والا ہے کیونکہ یہ وقت ہے ایک کلیش کا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رضوانہ خالہ کافی دیر سے آئی بیٹھی تھی مگر نانو کے کمرے میں۔ پتہ نہیں کون سی گول میز کانفرنس ہو رہی تھی۔ برآمدے میں سیمی، فری اور خانی بیٹھی تھی۔ فری اور خانی فون پر کپڑے دیکھنے اور تبصرے کرنے میں مصروف تھی اور سیمی شوخ سی لپسٹک لگائے نانو کے کمرے کو تکنے میں۔ تھوڑا سا سیمی کے بارے میں بتا دوں کہ یہ عورت لپسٹک لگاتی نہیں کھاتی ہے۔ زرا جو لپسٹک کا رنگ ہلکا ہوا وہاں سیمی کی جان ہوا ہوئی۔ پھر بھاگی بھاگی جاتی ہے دوبارہ ہونٹ رنگنے۔ سیمی نے ایک ناگوار نظر ان دونوں پر ڈالی۔

"چھوڑ دو اس فون کو۔ یہاں اتنا مسئلہ چل رہا ہے اور تم دونوں اس میں گھسی پڑی ہو۔" ان دونوں نے سر اٹھا کر سیمی کو دیکھا۔

"کون سا مسئلہ؟" پوچھنے والی خانی تھی۔ فری نے وہیں پیچھے ہو کر تخت پوش پر ٹیک لگائی۔

"اس کانفرس کے نکات کیا کیا ہیں اور وہ ہمیں کیسے معلوم ہوں گے؟" تو یہ تھا سیمی صاحبہ کا دوسرا مسئلہ۔ تجسس۔ پہلا ابھی بھی لپسٹک ہے۔ پڑوس میں کسی کو چھینک آئے گی یہاں سیمی کو تجسس ہو جائے گا کہ چھینک کیوں آئی ہے۔

"ہو جائے گا معلوم۔ انتظار کر لو۔" خیر النساء نے بھی پیچھے کو ٹیک لگائی۔

بلآخر وہ جادوئی دروازہ کھلا اور پرستان کی ملکہ اور شہزادی باہر نکلی مگر ان کے منہ سے اندر ہونے والی کانفرنس کی بھاپ تک نہ نکلی۔ یہ بھاپ نکلی شام کو نوح غفار کے سامنے۔

رضوانہ خالہ نے آج یہیں رات گزارنے کا عندیہ دے دیا تھا۔ شام کا وقت تھا۔ سب برآمدے میں بیٹھے تھے جنھیں خیر النساء چائے سرو کر رہی تھی۔

"نوح تمھارا شادی کا کیا ارادہ ہے؟" نانو نے اپنے پوتے سے پوچھا تھا۔

"فلحال تو کوئی ارادہ نہیں۔"اس نے بھی لاپرواہی سے کندھے اچکاتے کہا۔

"کل تم رضوانہ کی طرف گئے تھے اس کی بیٹی نگین سے تو ملے ہو گے۔میں سوچ رہی ہوں کہ اس کا اور تمہارا رشتہ ہو جائے۔"رضوانہ پھوپھو کمال بے نیازی سے چائے کے گھونٹ بھر رہیں تھیں مگر حسیات ساری کی ساری نوح اور نانو کی طرف تھیں۔خیر النساء تیزی سے کچن کی طرف آئی جہاں پر فری اور سیمی موجود تھیں۔

"باہر کانفرنس کے نکات ڈسکس ہو رہے ہیں جلدی آؤ۔"دروازے سے اعلان کرتی وہ واپس پلٹ گئی۔سیمی اور فری جلدی سے اٹھ کر باہر کو بھاگیں۔وہ وہاں پہنچی تو نوح نانو سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے ابھی شادی نہیں کرنی نانو۔"وہ جھنجلایا سا تھا۔فری اس کے سامنے کرسی پر ٹکی۔کرسی کے ہتھے پر خانی بیٹھی اور سیمی پاس ہی کھڑی رہی۔

"نگین بہت اچھی ہے نوح۔پڑھی لکھی خوبصورت۔میں صرف رشتہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"وہ اچھی ہو گی مگر میں نگین سے شادی نہیں کرنا۔"

کسی کو بھی نوح غفار سے یوں سٹریٹ نگین کے لیے انکار کی امید نہ تھی وہ بھی خالہ کے سامنے ۔خالہ ابھی تک ایک لفظ نہ بولی تھیں ۔اس کے بعد نانو نے نوح کو شادی اور اس کی عمر پر خاصہ طویل لکیچر دیا تھا۔ مگر نوح اپنی بات پر قائم رہا۔اس نے مدد طلب نظروں سے ان تینوں کی طرف دیکھا۔ان کے محظوظ چہرے نوح کو مزید غصہ دلا گئے تھے ۔ پھر وہ وہاں سے اٹھ گیا۔اس کے جانے کے بعد رضوانہ خالہ جو کہ آج یہاں رکنے والی تھیں وہ بھی نہ رکی۔ نکل پڑی اپنے گھر کو۔ دراصل یہ رشتہ سراسر رضوانہ خالہ کی مرضی تھا جس کو نوح نے ہری جھنڈی دکھادی تھی۔

پھر کیا تھا اب۔اگلے کئی دنوں تک یہ موضوع رہا۔نانو اور نوح اپنی اپنی گردان پر اڑے رہے۔ رضوانہ خالہ اس کے بعد آئی تو نہ مگر فون پر بات کرتے وہ ایموشنل ہو جاتی۔بلآخر نانو نے بھی اپنے پوتے کو بخشا اور رضوانہ خالہ کو صاف جواب دے دیا۔یہ وہ دن تھا جب رضوانہ خالہ کی دوبارہ انٹری ہوئی۔ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور ان کی زبان کا قفل بھی نوح کے سامنے ٹوٹ گیا۔

"کس بے دردی سے تم نے میری بیٹی کو انکار کیا ہے نوح۔ اسے جیسے پتہ نہیں کون سا نقص ہو اس میں۔" انھوں نے ڈوپٹے منہ کے آگے رکھتے کہا۔

"پھوپھو کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔" نوح بوکھلایا سا ان کے سامنے بیٹھا تھا۔

"نگین بہت اچھی ہے۔ کوئی برائی نہیں اس میں۔ وہ بالکل میری چھوٹی بہنوں کی طرح ہے۔ آپ یقین کریں اسے بہت اچھا رشتہ ملے گا انشا اللہ۔"

"اتنی اچھی ہوتی تو تم یوں انکار نہ کرتے۔ اور مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ کتنی محبت ہے تمھیں پھوپھو سے۔" رضوانہ خالہ نے اسے ایموشنل کرنا چاہا تھا مگر وہ ایموشنل ہونے والا بندہ تھا نہیں۔ وہ اب جھنجلا گیا تھا اس سب راگ سے۔ ایک طویل گفتگو، نوح کا نگین کے لیے خود اچھا رشتہ ڈھونڈنے کے وعدے کے ساتھ یہ سلسلہ یہیں ختم ہوا اور نوح نے سکھ کا سانس لیا۔

شام ہو چلی تھی۔ خالہ کے آنے پر دن میں ہونے والی کھلبلی کہیں دور جا سوئی تھی۔ ہاتھ میں بڑی سی کینچی لیے خیر النساء صحن میں پودوں کی کانٹ چھانٹ کر رہی تھی جب وہیں پاس

رکھی کرسی پر نوح تھکا تھکا سا گرنے کے انداز میں بیٹھا۔ خیر النساء نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ سب کیا تھا؟" اس کا اشارہ رضوانہ خالہ کی طرف تھا۔ خیر النساء نے مسکراہٹ دبائی۔

"براؤن فیملی۔" دو لفظوں میں خانی نے سارا قصہ تمام کر دیا تھا۔ نوح نے بھی سمجھ کر سر ہلایا جسے دو لفظ بہت تھے سب سمجھانے کے لیے۔ دراصل یہ دو لفظ بہت سے بھی زیادہ تھے۔

"مجھے اس سب میں تم بہت بری لگی۔" خیر النساء نے حیرت سے پیچھے مڑ کر اسے دیکھا۔

"کیوں؟"

"تم ایک دفعہ بھی میرے حق میں نہیں بولی۔"

"ہائی کیٹیشن کے ہوتے ہوئے مجھ معمولی سی ملازم کو کہاں اجازت کہ میں اپنی رائے دے سکوں۔" نوح ہنسا تھا۔ کہہ تو وہ ٹھیک رہی تھی۔ خیر النساء واپس پلٹ کر کام کرنے لگی اور نوح بھی خاموش ہو گیا۔

"تمھیں یہ پودے اتنے پسند کیوں ہیں؟" تھوڑی دیر بعد نوح کی آواز آئی تھی۔

"وجہ تو کوئی نہیں بس یونہی پسند ہیں۔"

"کوئی نہ کوئی وجہ تو ہو گئی۔ اچھا ان میں سب سے زیادہ کیا پسند ہے؟"وہ شاید بات کرنے کے موڈ میں تھا اس لیے سوال در سوال کیے جا رہا تھا۔

"ان کی انسانوں سے مماثلت۔"

"وہ کیسے؟"نوح نے دلچسپی سے پوچھا تھا۔

"جسے انسانوں کو توجہ کی ضرورت ہوتی ہے ویسے ہی ان پودوں کو بھی۔ کچھ پودے ہوتے ہیں جو توجہ کے بغیر مر جاتے ہیں اور کچھ ہوتے ہیں جو اس کے بغیر بھی پروان چڑھتے ہیں مگر ان کے خول اتنے سخت ہو جاتے ہیں کہ انھیں کاٹنے کے کی تیز دھار والے آلے ضرورت پڑے۔ اور کچھ خاردار جھاڑیاں بن جاتے ہیں جو ہر چھونے والے کو زخمی کر دیں۔ ایسے ہی تو انسان بھی ہیں۔"وہ مصروف سے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"امپریسو۔"نوح کی آواز میں ستائش تھی۔ اور خیر النساء کے اندر لڈو پھوٹ رہے تھے۔ پہلی بار اس گھر میں کسی نے اس کا فلسفہ سنا تھا۔ گھر میں سب سے چھوٹی ہونے کا نقصان تھا کہ

کوئی اسے سیریس نہیں لیتا تھا۔ آج نوح نے لیا تھا۔ آج اس نے سنا تھا آج وہ اچھا لگا تھا۔ بہت اچھا۔

"پھلے نے بارچ اس کول بہت فلسفہ دے بس آپا کیا عقلہ ناماسہ نئس. (پودوں کے بارے میں اس کے پاس بہت فلسفہ ہے بس اپنے لیے عقل نہیں ہے)۔" پتہ نہیں کب اور کہاں سے نانو کی انٹری ہوئی تھی۔ اس دنیا میں نہیں اس منظر میں۔ نوح اٹھ کھڑا ہوا۔ خیر النساء نے بھی پلٹ کر خفا نظروں سے انھیں دیکھا اور واپس کام میں مصروف ہو گئی۔ نانو نوح کے ساتھ ہی ٹک گئی تھیں۔

"شادی کرنے کی عمر میں ان پودوں اور اس منحوس دکان کے پیچھے پڑی ہے یہ۔" نانو اس کی خاموشی پر بھی باز نہ آئی تھیں۔

"میرے کان سلامت ہیں نانو"۔ خیر النساء نے پلٹے بغیر ہانک لگائی تھی۔

"کان آنکھ زبان سب سلامت ہے تمہارا مگر عقل نہ رہ سکی۔"نانو بھی کہاں اس کی روسٹنگ سے باز آتی تھیں۔ خیر النساء نے پھر نظر انداز کیا۔نانو اب آہستہ آواز میں نوح سے کہہ رہی تھی۔

"تم سمجھاؤ نہ اسے نوح۔ کیا پتہ تمہاری ہی سن لے۔"مجھے ان کی باتیں سننے میں کوئی دلچسپی نہ تھی اس لیے میں کچھ فاصلے پر ہو گئ۔ویسے مجھے پتہ ہے کہ نانو اس سے کیا کہہ رہی ہیں۔

دراصل ان دنوں ایک اور بات ہوئی ہے جسے آپ نہیں جانتے۔

وہ۔۔

"خیر النساء موٹر آن کر آؤ۔"

امی زرا سی جھلک دکھا کر کہتی دروازے کے پیچھے گم ہو گئیں۔ایک تو اس موٹر سے میں حد درجہ تنگ ہوں۔میں نے باغبانی کے آلات وہیں چھوڑے اور چل دی موٹر چلانے۔وہ بات میں آپ کو بعد میں بتاتی ہوں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تو بات یہ تھی کہ میرا پھر سے ایک عدد رشتہ آیا ہے اور رشتہ لانے والی میری چچی ہیں۔ وہ اپنے بھانجے قمر کا رشتہ لائی ہیں۔ دراصل قمر کی ماں اور قمر کی پسند ہوں میں۔ انھوں نے مجھے ایک شادی میں دیکھا تھا۔ میرا شفون کا دوپٹہ نہیں سنبھل رہا تھا اور ان کا دل۔ پھر ایک جگہ گزرتے ہمارا ٹکراؤ ہوا۔ پاس سے پھولوں کی ٹوکری لے جانے والے آدمی کا پاؤں پھسلا اور ٹوکری میں موجود پیلے پھولوں کی بارش ہم دونوں پر ہو گئ۔ وقت تھم سا گیا۔ ہم ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھے۔ پھول بھی کافی دیر تک بھرستے رہے۔ پھر میں پلٹ گئی اور اس کو خود سے باندھ گئ۔

جی نہیں۔ ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ یہ سب فلموں یا ڈراموں میں ہی ہوتا ہے۔ اصل میں اس کی ماں نے مجھے دیکھا اور پسند کر لیا اور قمر الدین صاحب نے اپنی اماں کی پسند پر سر جھکا کر خامی بھر لی۔ چچی اسی سلسلے میں باڈر پار کر ہماری طرف آئیں تھیں کہ اگر امی، نانو اور میں راضی ہوں تو وہ لوگ باقائدہ رشتہ لے کر آئیں۔ امی اور نانو تو راضی ہیں اور میں بھی راضی ہی ہوں ۔بس وہ زرا سا دکان کا معاملہ طے ہو جائے تو بات جلدی آگے بڑھ سکتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے نو بج رہے تھے۔ سارا شہر سفید ہو رہا تھا۔ لمحہ بہ لمحہ اس کی سیاہی پر سفیدی کی پرت سی چڑھ رہی تھی۔ خنک ہوائیں کسی کو بھی مجسمہ کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی مگر وہ، سب سے بے نیاز برآمدے کے درمیان بنی صحن میں اترنے والی دو سیڑھیوں پر بیٹھی سامنے صحن کو دیکھ رہی تھی۔ برآمدے کے کونے کے علاوہ سامنے صحن میں سیب کے درخت پر ایک سفید بلب روشن تھا جو روئی کے گالوں کو اترتے دکھا رہا تھا۔ اس کے مزاج برہم تھے۔ وہی بحث رشتہ اور دکان۔ ٹھیک ہے اسے رشتے پر کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ مسئلہ دکان کا تھا۔ وہ چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اس نے یہاں دکان چھوڑی وہاں چچا امی کے پاس آپہنچیں گے۔ اور امی وہ دکان چچا کو دیں بھی دیں گی۔ چچا دکان بیچ دیں گے۔ ابا کی وراثت میں سے تین دکانیں خیر النساء اور اس کی ماں کے حصے میں آئیں تھیں۔ دو دکانیں کرائے پر تھیں اور تیسری خیر النساء کے پاس۔ وہ ماموں کے ساتھ رہتے ہوئے بھی ان پر منحصر نہیں کرتیں تھیں۔ دکانوں کا کرایہ ان دونوں کو کافی ہوتا تھا۔ مگر اب کافی عرصے سے چچا چاہتے ہیں کہ خیر النساء دکان انھیں دے دے تاکہ وہ اپنے کاروبار میں لگا سکیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ انھوں نے جب بھی کاروبار میں پیسہ لگایا ہے ڈبویا ہی ہے۔ اور یہ دکان خیر النساء کا حق تھی۔ وہ کسی صورت یہ چچا کو کے نہیں دے گی۔

وہ انھی سب سوچوں میں گھری تھی کہ پاس ہی قدموں کی آہٹ ابھری۔ اس نے گھٹنوں پر رکھا سر نہیں اٹھایا تھا بلکہ کچھ ترچھا کر کے آنے والے کو دیکھا۔ سفید جوگرز میں مقید دو پاؤں اس کے پاس آرکے۔

"دادو ٹھیک کہتی ہیں تم میں عقل کا ماسہ نہیں۔" اس کا اشارہ سردی میں باہر بیٹھنے کی طرف تھا۔ نوح نے پلر کر ساتھ کندھا ٹکایا اور بازو سینے پر باندھے۔

"ہاں میرے علاوہ یہاں سب عقلِ کُل ہیں"۔ وہ بھنا کر کہتی سیدھی ہو بیٹھی۔

"تم شادی کیوں نہیں کرنا چاہتی؟" خیر النساء کو بیزاری ہوئی۔ اب نوح بھی وہی راگ لپے گا۔

"میں نے شادی سے انکار نہیں کیا ہے۔"

"دکان کو مسئلہ بنا کر ڈھلے تو کر رہی ہو۔"

"دکان ایک مسئلہ ہے اور آپ بھی جانتے ہیں کیوں ہے۔" خیر النساء نے اب کہ گردن اٹھا کر اسے دیکھتے کہا تھا۔ وہ گردن جھکا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم نانو کی مان کو وہ پھر خود سنبھال لیں گی سب۔"

"پتہ ہے مجھے کتنا سنبھالیں گی وہ۔ مجھے رخصت کرتے ہی وہ پہلی فرصت میں میری دکان کو بھی رخصت کریں گی۔ ان کے لیے میری دکان منحوس اور پتہ نہیں کیا کیا ہے۔"

"اف لڑکی کتنی زبان چلتی ہے تمھاری۔"

"اور تو سب یہاں بے زبان ہیں نا۔" خیر النساء نے ہاتھ جھلایا۔

"پتہ ہے مجھے آج تک اس گھر میں کینچی نہیں ملی۔ اب معلوم ہو رہا ہے کیوں نہیں ملی۔"

نوح نے مسکراہٹ دباتے ماحول کو ہلکا کرنا چاہا۔ خیر النساء نے خفا نظروں سے اسے دیکھا۔

"اب سے ہمارے گھر میں ماچس بھی نہیں آئے گی۔"

"وہ کیوں؟" نوح نے کم فہمی کا اظہار کیا۔

"آپ جو موجود ہیں آگ لگانے کے لیے۔" نوح کا زوردار قہقہہ سارے صحن میں گونجا تھا۔ خیر النساء کے ساتھ ساتھ سفید روئی سے گالے بھی سہمے تھے۔ خیر النساء نے سر جھٹکا اور اٹھی۔ وہ اندر جانے کے بجائے صحن میں چلی آئی تھی۔ سفید بلب کے نیچے کھڑے ہو کر اس نے آنکھیں بند کر کے چہرے آسمان کی طرف اٹھایا تھا۔ ٹھنڈی برسات سی اس پر بھی ہونے لگی تھی۔ نوح وہیں ٹیک لگائے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر گزری تھی۔ وہ اس سفید رات کا سفید حصہ بن رہی تھی۔

"اچھی گزرے گی۔" سرگوشی سی آواز پر اس نے آنکھیں کھولی۔ اس بار نوح کے آنے کی آہٹ نہیں آئی تھی۔

"کیا؟" وہ کچھ دیر خیر النساء کو دیکھتا رہا۔

"تمھارے ساتھ زندگی اچھی گزرے گی۔" برف یکدم ہی کچھ تیز ہوئی تھی۔ نوح بھی خیر النساء کے ساتھ اس سفید رات کا حصہ بننے لگا تھا۔ نوح نے سامنے کھڑی لڑکی کی آنکھوں میں پہلے

نا سمجھی پھر حیرت اور پھر اس کے گالوں پر اترنے والی سرخی کو دیکھا۔ یہ سرخی سردی کی نہیں تھی۔ یہ منظر بہت دلچسپ تھا۔ سیاہ رات میں اُترتی سفید افشاں سے بھی زیادہ۔

"پہلے سوچ رہا تھا تمھیں شادی کے لیے قائل کر کے نانو اور پھوپھو کی پریشانی دور کردوں گا مگر اب سوچ رہا ہوں تمھیں پرپوز کر ڈالوں۔" وہ کچھ ثانیے رکا۔

"مجھ سے شادی کرو گی خیر النساء؟" خیر النساء کی زبان گنگ تھی۔

نوح غفار۔ اس سے شادی کا پوچھ رہا تھا۔ اس نے کبھی نوح کو ایسے نہیں دیکھا تھا۔ مگر ابھی ،اس وقت اس لمحے میں کچھ تھا جو بدل گیا تھا۔ وہ خاموش رہی۔ نوح پھر سے کہہ رہا تھا۔

"ہم ساتھ میں اچھی زندگی گزاریں گے خیر النساء۔ وہ دیکھو۔" نوح نے اس طرف اشارہ کیا جہاں سے وہ دونوں گزر کر آئے تھے۔ برف پر ان کے قدموں کے مدھم ہوتے نشان تھے۔ ایک ساتھ۔ برابر میں۔ ہم قدم۔

وہ اس پل میں 'ہم' تھے۔ وہ ہم ہو گئے تھے۔

خیر النساء نے واپسی کے قدم بڑھائے۔ وہ وہیں رکا رہا۔

"جواب دے کر جاؤ خانی۔" اس نے پکار کر کہا تھا۔ مگر وہ چلتی رہی تھی۔

"مشرق میں لڑکی کی خاموشی کو ہاں سمجھا جاتا ہے۔ تو پھر میں کیا سمجھوں خیر النساء؟"

سیڑھیوں کے دہانے پر اس کے قدم تھمے۔ اس نے گردن جھکا کر پھر ان نشانات کو دیکھا وہ مٹ گئے تھے مگر کچھ تھا جو اب ہمیشہ کے لیے خیر النساء کے ساتھ رہنے والا تھا۔ پھر کچھ ہوا۔ کوئی آواز آئی۔ خیر النساء چونکی۔ برف اتنی نہیں ہوئی تھی کہ وہ چھت سے گرتی اور یہ آواز آتی۔ پھر یہ آواز کیسی تھی۔ خیر النساء پلٹی۔

سامنے منظر پر اس نے بامشکل اپنی ہنسی ضبط کی کیونکہ وہ اصل میں گرا پڑا تھا۔ بری طرح سے۔ اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے۔ خیر النساء پہلے اس کے پاس گئ پھر اندر سے ماموں کو بلا لائی۔ آن کی آن گھر میں بھونچال سا آ گیا تھا۔ نوح کو کمر اور ہاتھ پر شدید چوٹ آئی تھی۔ ہاتھ شاید ٹوٹ گیا تھا۔ نانو کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ ماموں فون کر کے پڑوس سے ڈاکٹر حمید کو بلا رہے تھے۔ امی اور مامی اس کے ہاتھ پر بام مل رہی تھی۔ اور باقی ہم تینوں کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھیں۔

صبح ہونے کے ساتھ ہی یہ خبر خاندان بھر میں آگ کی طرح پھیل گئی تھی کہ نانو کا امریکی پوتا گر کر اپنا ہاتھ اور کمر تڑوا چکا ہے۔ اس کے بعد خواتین کے ٹبر کے ٹبر اسے دیکھنے آنے لگے۔ برتن گھس گھس کر میری کمر ٹوٹ گئی۔ سیمی کی روٹیاں بیل بیل کر ہاتھ اور فری کی اندر باہر بھاگ کر ٹانگیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نوح کا ہاتھ ٹوٹا نہیں تھا بس چوٹ آئی تھی۔ ایک ڈیڑھ ہفتے میں وہ بالکل ٹھیک تھا۔ آج صبح سیمی اسے ایک خبر دے کر گئی تھی۔ وہ کئی لمحے یونہی بیٹھی رہی۔ نوح واپس جا رہا تھا۔ ان دو ہفتوں میں نوح نے پھر اس رات کی کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ خاموش تھا۔ شاید بے نیاز بھی۔ اور خیر النساء۔۔ اس نے نوح کو سوچا تھا۔ اس کے پروپوزل کو بھی۔

"شادی ایک جوا ہے اور میں اس کھیل کے لیے تیار تھی۔ نہ پہلے آنے والے رشتوں پر مجھے کوئی اعتراض تھا نہ اب قمر کے پر۔ بلکہ یہ رشتہ تو پرفیکٹ تھا۔ کیونکہ قمر فیملی کا پرفیکٹ مین مانا جاتا ہے۔ میں نے ہر ایک سے اس کی تعریفیں ہی سنی ہیں۔ وہ اخلاق میں بھی اچھا ہے اور اپنے دین میں بھی۔ اور میں اس امید کے ساتھ اس کے لیے راضی تھی کہ وہ میرے حق

میں بھی اچھا ہی ہو گا۔ مگر اس ایک سفید رات نے سب کچھ بدل دیا۔ اچانک سے نوح کا ایک کردار اس سب کے بیچ میں کہیں سے آ گیا ہے اور باقی سب پس منظر میں جانے لگا ہے۔ نوح کو میں جتنا جانتی ہوں وہ ایک اچھا انسان ہے۔ تھوڑا نخریلا ہے مگر اچھا ہے۔ اچھے اخلاق کا مالک ہے۔ نماز باقاعدگی سے بڑھتا ہے۔ سب کی عزت کرتا ہے۔ غصہ آئے تو خاموشی سے منظر سے غائب ہو جاتا ہے۔ غلطیوں پر تحمل سے سمجھاتا ہے۔ اب ایسے میں میں کیسے کسی اور کو چن سکتی ہوں جس کو میں جانتی نہ ہوں؟ شاید قمر نوح سے زیادہ اچھا ہو۔ مگر اب نوح ہے اور میں چاہتی ہوں کہ نوح ہی رہے۔"

ایک طرف وہ نوح کے لیے راضی تھے اور دوسری طرف نوح کی خاموشی اسے بدگمان کر رہی تھی۔ کیا اس رات اس نے مذاق کیا تھا؟ یا گرنے کی وجہ سے کوئی دماغی چوٹ بھی آئی تھی جس سے وہ سب بھول گیا تھا؟ اب خیر النساء تھی اور اس کے دو سو مفروضے۔

نوح ایک ہفتے بعد جا رہا تھا۔ نوح ایک ہفتے بعد چلا گیا تھا۔

خانی کی بد گمانی عروج پر تھی اور رہی سہی کسر رضوانہ خالہ نے پوری کر دی تھی۔ انھوں نے نوح کو کسی انگریز لڑکی سے بات کرتے دیکھ لیا تھا۔ پھر دوپٹہ منہ کے آگے رکھ کر توبہ توبہ کرتی سارا قصہ گھر بھر میں سنایا اور ساتھ نانو کو کہہ بھی ڈالا کہ نوح آپ کے لیے کوئی انگریز بہو لائے گا۔

خیر النساء برآمدے میں تخت پوش پر بیٹھی ٹانگ جھلاتی نانو کے کمرے کے دروازے کو دیکھ رہی تھی۔

مجھے بہت غصہ آرہا ہے۔ دو دن سے گھر بھر میں سب کے ساتھ میری جھڑپیں چل رہی ہیں ۔ میں جھٹکے سے اٹھی اور نانو کے کمرے کا دروازہ واہ کیا۔ اندر بیٹھی نانو، امی اور سیمی نے مجھے دیکھا۔

"میں شادی کے لیے تیار ہوں۔ قمر، شمس، نجم، مہتاب جس سے کرانی ہے کرا لیں۔ دکان بھی چھوڑ دوں گی۔"

میں نے ایک ہی سانس میں رولا ہی مکا (مسئلہ ہی ختم) دیا۔ سیمی کا منہ کھلا، امی کی آنکھیں واہ ہوئیں اور نانو کا آدھا دوپٹہ ان کے سر سے اتر کر منہ میں جا گھسا۔

"اور ہاں۔ شادی میں جلد از جلد کرنا چاہتی ہوں۔ اس عید کے ساتھ ہی میری شادی رکھ لیں ورنہ انکار کر دوں گی۔"

اس سے پہلے کہ نانو کا ڈوپٹہ ان کے حلق سے نیچے اترتا اور امی کا چپل مجھ تک پہنچتا میں دھمکی دیتی دروازے کے پیچھے گم ہو گئی۔

"اس لڑکی کے تو دیدوں کا پانی ہی ختم ہو گیا ہے"۔ یہ پیچھے سے آنے والی نانو کی آواز تھی۔

باہر آ کر میں نے ایک گہرا سانس بھرا۔ ایک عجیب طمانیت سی تھی جو مجھے اپنے اندر اترتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ اسے بڑی ضرورت پڑی تھی کہ وہ اس نیم انگریز کو سوچے۔ وہ وہاں آمریکا میں کسی سفید بھوتنی کی پیلی زلفوں کا اسیر ہوا بیٹھا ہے اور یہاں خیر اسے سوچے۔

ہونہہ۔ بس اب میں بھی شادی کروں گی۔ دل میں کچھ آگ تو لگی تھی مگر دماغ بھرم قائم رکھنے کو تیار تھا۔

میری دھمکی کا اثر تھا یا میرے گھر والوں کو مجھے رخصت کرنے کی جلدی میری شادی طے ہو گئی تھی۔ عید کے دوسرے روز نکاح اور پھر ہفتے بعد رخصتی۔ میرے ساتھ ساتھ گھر والوں کے پاؤں بھی زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ اب میری پہلی پہلی شادی تھی اس نیم انگریزی کی وجہ سے خراب تھوڑی کر سکتی تھی۔ سارا رمضان بازاروں کے چکر لگاتے گزرا اور بالآخر میرا انتظار ختم ہوا۔ آج چاند رات تھی اور دو دن بعد میرا نکاح۔

فری سے مہندی لگوا کر وہ ابھی باہر آ کر سیڑھیوں پر بیٹھی تھی۔ آسمان پر ہلال تو نہ تھا مگر ہلال کے نظر آجانے کی خوشی ضرور فضا میں پھیلی تھی۔ خیر النساء نے گردن جھکا کر اپنی ہتھیلی پر بنے نقش و نگار کو دیکھا۔ مہندی سوکھ کر کچھ کچھ جگہوں سے اکھڑنے لگی تھی۔ گہرا سرخ رنگ واضح ہو رہا تھا۔ اس کے پاس قدموں کی چاپ ابھری۔ پھر ایک کلون کی مہک پھیلی۔ وہ ان دونوں کو پہچانتی تھی۔ وہ واپس آ گیا تھا۔ وہ کب واپس آیا تھا؟ خیر النساء نے سر نہیں اٹھایا تھا۔ وہ پلر سے ٹیک لگائے اس کے جھکے سر کو دیکھ رہا تھا۔ خیر النساء نے سر اٹھایا اور آسمان کو دیکھا۔

"تمہارے قمر صاحب آج وہاں نہیں ملیں گے۔" انداز طنزیہ تھا۔ خیر النساء کو دلی خوشی سی ہوئی۔

"آج بیشک نہ ملیں دو دن بعد تو مل ہی جائیں گے۔" خیر النساء نے لاپرواہی برتی۔

"بہت خوش ہو؟"

"بہت۔"

"دکان چھوڑ دو گی؟"

"قمر کے لیے چھوڑ دوں گی۔"

"پھولوں کو بھی؟"

"ہاں پھولوں کو بھی"۔ نوح اس کے پاس پنجوں کے بل بیٹھا۔

"خیر النساء صاحبہ آپ کو یاد نہ ہو تو میں نے آپ کو پروپوز کیا تھا؟" انداز سخت کچھ یاد دلاتا ہوا تھا۔ خیر النساء نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"ہاں تو؟" اس نے کم فہمی کے انداز میں دونوں آبرو اٹھائے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمھیں جواب بھی دینا تھا۔"

"میری شادی آپ کو جواب نہیں لگ رہی؟"

"ریجکٹ کرنے کی وجہ؟"

"قمر زیادہ پسند ہے مجھے۔"

"نہ اس کا قتل کروا دینا مجھ سے خانی۔" نوح نے جس برجستگی سے کہا خیر النساء بے ساختہ خاموش ہوئی۔

"میں یہاں جواب کے انتظار میں بیٹھا ہوں اور تم یہاں قمر شمس اور پتہ نہیں کس کس سے شادی کے لیے تیار بیٹھی ہو۔" خانی کو خفت ہوئی۔ اس کو کیسے پتہ چلا یہ؟ ایک تو نانو بھی نا۔ اب یہ بات اپنے پوتے کو بتانے والی تھی کیا؟

"اس دن فون پر نہ سنتا تو پتہ ہی نہ چلتا کہ محترمہ کیا ارادے کیے بیٹھی ہیں۔" وہ غصے میں لگ رہا تھا۔

"ہاں تو میری مرضی میں جس سے شادی کروں۔" اس نے بھی تڑخ کر کہا۔

"تمھاری مرضی کی ایسی کی تیسی۔ یہیں کرنا تھا تو مجھے انکار کیوں نہیں کیا؟"

"جب میں راضی تھی تو کیوں کرتی میں انکار۔" بے اختیار اس کی زبان سے پھسلا تھا۔ اس نے زبان دانتوں تلے دبائی۔ نوح کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھا۔ اس نے حیرت سے خانی کو دیکھا۔

"جب راضی تھی تو بتایا کیوں نہیں؟" وہ اب نرمی سے پوچھ رہا تھا۔

"میں ایک مڈل کلاس براؤن فیملی کی لڑکی ہوں نوح۔ میں نے انکار کرنا ہو تو تڑاک سے منہ پر کر دوں گی مگر اقرار نہیں۔ میں اگر خاموش تھی تو مطلب راضی ہی تھی۔" اس نے جیسے ایک خبر نامہ سنایا تھا۔ ایک ایسا خبر نامہ جس کی حقیقت عالمی تھی بلکہ کائناتی۔ مگر نوح غفار کے لیے یہ ابھی ابھی کی گئی ایک نئی دریافت تھی۔ عجیب و غریب دریافت۔

"اووو گاڈ خانی۔۔۔" نوح نے منہ پر ہاتھ رکھ پیچھے کو ہو کر پلر سے ٹیک لگائی۔ اگر حیرت کے کوئی پہاڑ واقعی اس دنیا میں تھے تو وہ ابھی نوح پر ٹوٹے تھے۔ خیر النساء واپس سامنے مڑ گئی۔ اسے نوح اس وقت برا لگ رہا تھا بہت برا۔

"کیوں آئے ہیں واپس؟"وہ کچھ دیر خاموش رہا۔ خیر النساء جواب کا انتظار کرتی رہی۔

"جن سے محبت ہو انسان ان کے معاملے میں ہمیشہ کمزور رہتا ہے۔ اور میں بھی کمزور ہو گیا تھا۔"خیر النساء ساکت ہوئی تھی۔ وہ اسے اس کے الفاظ لوٹا رہا تھا۔ اسے پودوں سے محبت تھی۔ وہ ان کے معاملے میں کمزور تھی۔ نوح کو اس سے محبت ہو گئی تھی۔ وہ اس کے معاملے میں کمزور ہو گیا تھا۔

"دو ہفتوں بعد ویسے بھی میں نے واپس آجانا تھا اور نانو سے بات کرنی تھی ہمارے بارے میں مگر تمھاری جلد بازی اور بدگمانی نے مجھے کمزور کر دیا خانی۔ میں ڈر گیا تمھیں کھونے سے۔"

پتہ نہیں کیوں خیر النساء کی پلکیں گیلی ہونے لگی تھی۔

"میں شادی کر رہی ہوں۔"اطلاع دی گئی تھی۔

"مجھ سے ہی کر رہی ہو۔"دوسری طرف سے بھی اطلاع ہی دی گئی تھی۔ خیر النساء نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

Clubb of Quality Content

"اس روز جب تم اپنا اعلان کر کے گئی تو میں نے دادو کو کہا کہ انھیں تمھارے لیے نظام شمسی کے کسی سیارے یا ستارے کو ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ تو اتنی خوش ہوئی کہ جلد از جلد تاریخ طے کر دی۔"

یعنی سارے گھر نے مل کر خیر النساء کو الّو بنایا تھا۔ اسے غصہ آیا۔ بے حد غصہ۔ اس نے آس پاس کچھ ڈھونڈنا چاہا جو وہ نوح کو دے مارے۔ پاس گملوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس نے ایک چھوٹا گملہ ہی ہاتھ میں لے لیا۔ نوح بدک کر اس کے پاس سے اٹھا۔

"شادی سے پہلے بیوہ ہو جاؤ گی خیر النساء۔"

"شادی ہو گی تب بیوہ ہوں گی نا۔" وہ بھی اٹھی۔

"دیکھو مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا کہ ان لوگوں نے تمھیں کچھ نہیں بتایا۔"

خیر النساء کا ہوا میں بلند ہاتھ اپنی جگہ پر ہی تھما۔

"سچ کہہ رہے ہیں؟" وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ یہ نیم انگریز نانو کا پوتا اب کچھ قابلِ اعتبار نہ رہا تھا۔

"بالکل سچ۔" اس نے گملہ نیچے کیا تو نوح نے سکھ کا سانس لیا۔ کیا خبر وہ واقعی اس کے سر میں دے مارے۔ ویسے بھی یہاں ہر کوئی ہر وقت لڑنے مرنے کو تیار رہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں وہیں سیڑھیوں پر بیٹھے تھے۔

"نوح رضوانہ خالہ کوئی ہنگامہ کریں گی۔" خیر النساء کے لہجے میں کوئی حدشہ بول رہا تھا۔ نوح نے ہاتھ جھلایا۔

"کچھ نہیں کرتی وہ۔"

خیر النساء نے صرف کنکھیوں سے اسے دیکھا۔ وہ بچارا سادہ آدمی تھا۔ اسے کیا پتہ ابھی کون سے زلزلے اور سیلاب آنا باقی ہیں۔ پھر کافی دیر خانی سر جھکائے اپنی مہندی اتارتی رہی اور نوح اس کے ساتھ بیٹھا باتیں کرتا رہا۔

"تم میری طرف دیکھ کیوں نہیں رہی خانی؟"

نوح نے بات کرتے کرتے رک کر اس سے پوچھا۔ صرف اتنی سی بات تھی اور نوح کے لیے اس سفید رات کا سب سے حسین منظر پھر سے دہرایا جانے لگا تھا۔ وہ سرخ ہوئی تھی۔

شفق سی گالوں پر اتری تھی۔ نوح کے لیے بیک وقت یہ منظر حیران کن اور دلچسپ تھا۔

خیر النساء نے پہلو بدلا۔ نوح گردن پیچھے پھینک کر ہنسا اور کتنی دیر ہنستا رہا۔ وہ خفت سے مزید سرخ ہوئی۔

"مجھے خوشی ہے کہ مجھے اب لائف ٹائم سبسکرپشن ملنے والی ہے اس منظر کی۔"

"خانی مجھے دیکھو نا۔" وہ اب اسے چھیڑ رہا تھا۔

"نوح چلیں جائیں یہاں سے ورنہ شادی سے انکار کر دوں گی میں۔" اس نے دھمکی دی۔

"اچھا اچھا۔ بس ایک بات اور۔" وہ سنجیدہ ہوا۔ پھر اس کی کان کے پاس جھکا۔ "ایک بار تو مجھے دیکھ لو۔"

"نوح ح ح ح ح۔۔" خیر النساء نے پھر سے گملا اُٹھایا۔ نوح جلدی سے اٹھا اور اندر بھاگا۔

خیر النساء مُسکراتے سامنے مڑی اور گملا واپس اپنی جگہ پر رکھا۔

"خیر النساء مجھے دیکھو تو سہی۔۔" اس کی آواز پھر سے کان کے پاس ابھری۔ وہ کچھ کہتی کہ نوح کے اگلے لفظوں نے اس کے سارے الفاظ سلب کر لیے۔

"تاکہ تمھیں پتہ چلے کہ میں کتنا خوش ہوں۔"

ہاں یہ اس کی آخری بات تھی۔ وہ اب واقعی اندر چلا گیا تھا۔ مگر خیر النساء کو ایک حصار میں چھوڑ گیا تھا۔ وہ مسحور تھی۔ وہ ساحر تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں کی مہندی کو دیکھا۔ نقش و نگار خوبصورت تھے۔ وہ خوبصورت لگ رہے تھے۔ ان کا رنگ سرخ تھا۔ خوبصورت سرخ۔ محبت والا سرخ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آپ اس گھر اور مجھے دیکھ کر یقیناً تھوڑے حیران ہوئے ہوں گے کیونکہ نہ تو یہ ہمارا سدا بہار آوازوں والا گھر ہے اور نہ میں بالکل ویسی ہوں۔ہاں میں تھوڑی سی بدلی ہوں بس میں نوح کے سامنے کبھی یہ نہیں مانتی۔ تو یہ گھر 'ہمارا' ہے۔ میرا اور نوح کا۔ اور یہ شہر ہمارا راولاکوٹ نہیں بلکہ امریکہ کا شہر نیویارک ہے۔ شادی کے کچھ عرصے بعد میں اور نوح امریکا آگئے تھے۔ بڑے ماموں اور ممانی کچھ عرصہ ہمارے ساتھ رہے پھر نانو کے پاس چلے گئے۔ اب یہاں "ہم" رہتے ہیں۔ آپ سوچ رہے ہوں گے یہ میرے پیچھے شور کیسا ہے تو دراصل یہ میرے بیٹے ہیں۔ بڑا والا معصب اور چھوٹا والا مزئیر۔ سچ بولوں تو شور میرے

بیٹوں سے زیادہ بیٹوں کا باپ کر رہا ہے۔ آخر کار ہے تو وہ بھی میرے خاندان کا ہی لاؤڈ سپیکر ۔خیر۔ میں ایک ہاؤس وائف ہوں۔ آمریکا آنے کے بعد نوح نے مجھے کہا تھا کہ میں یہاں اپنی پودوں کی دکان کھول سکتی ہوں مگر میں نے منع کر دیا کیونکہ مجھے ایک ہاؤس وائف بننا تھا۔ مجھے ایک گھر بنانا تھا۔ مجھے روز نوح کا انتظار کرنا تھا۔

اب آتے ہیں کچھ سال پہلے میرے شادی کے واقعات پر۔ نوح کا کہنا تھا کہ رضوانہ خالہ کچھ نہیں کریں گی۔ اس نے ٹھیک کہا تھا۔ انھوں نے کچھ نہیں کیا تھا۔ سوائے تربیلا ڈیم کا سارا پانی اپنی آنکھوں سے بہانے اور روٹھی محبوبہ بننے کے۔ عید والے روز انھیں خبر ہو گئی تھی کہ میری شادی کسی قمر سے نہیں بلکہ نوح غفار سے ہو رہی ہے۔ یہ تو نانو کی دانشمندی تھی جو انھوں نے پہلے خالہ کو نہ پتہ چلنے دیا۔ ورنہ کل کا ہوتا ڈرامہ آج ہوتا۔

منہ کے آگے ڈوپٹہ رکھے سوں سوں کرتی خالہ نے پھر سے ایک سرد آہ بھری۔

"بلا بتائیں تو اماں ایسی کیا کمی تھی میری نگین میں جو نوح اس کے لیے ہاں نہ کر سکا۔" نانو بیزار ہوئیں۔

"کوئی کمی نہیں اس میں رضوانہ۔اب بچے کی اپنی مرضی ہے وہ کس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ یونہی زبردستی کا رشتہ اس پر تھوپا تو نہیں جا سکتا۔"نانو نے کول نانو کا کردار نبھایا تھا۔دراصل بات یہاں اپنے امریکی پوتے کی تھی ورنہ تو نانو کا بس چلتا خاندان بھر میں سب کو پکڑ کر اپنی مرضی سے شادی کروالیں۔

"اماں آپ بھی اتنی بھولی نہیں ہیں۔سب پتہ تھا آپ کو۔ تبھی تو نوح کو صحیح طرح سے قائل نہیں کیا۔"

"بس کردے رضوانہ۔"نانو تنگ آگئی تھی۔

"مجھے معلوم ہو گیا ہے اماں آپ کی بھی نیت میں فتور تھا۔"

اب بس۔بہت ہو گیا تھا۔نانو نے اپنی چھڑی اٹھائی اور بچپن سے اب تک کی رضوانہ خالہ کی تمام غلطیاں کو تاہیاں گنواتی انھیں گیٹ سے باہر کر آئی۔

میرا نکاح رضوانہ خالہ کی غیر موجودگی میں ہی ہوا مگر اب شادی پر بڑے ماموں اپنی بہن کی موجودگی چاہتے تھے تو نکل پڑے انھیں منانے۔بہت ساری منتوں ترلوں کے بعد وہ مانی

اور میری شادی میں شرکت کی۔ اللہ اللہ کر کے رخصتی ہوئی۔ میرے آنسو بہنے کا موقع ہی نہ آیا کیونکہ میرے حصے کے آنسو خالہ بہا رہی تھی اور میں ہونق بنی انھیں دیکھ رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا میری نہیں خالہ کی رخصتی ہے۔ خیر۔ تو یہ تھا میری شادی کا مختصر سا قصہ۔

اب یہ وقت میرا ڈرامہ دیکھنے کا ہے اور نوح بچوں کا سنبھالتا ہے۔ مگر مجال ہے جو میں ڈرامے کا ایک لفظ بھی سن سکوں۔ لیکن مجھے یہ بات بری نہیں لگتی نہ غصہ آتا ہے۔ انھی آوازوں سے تو میرا گھر ہے۔ میں اور نوح ایک اچھی خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ ہم میں لڑائیاں نہیں ہوتی۔ ہوتی ہیں۔ بہت ساری ہوتی ہیں۔ مگر ہم سلجھا لیتے ہیں۔ ہمارے درمیان کمیونیکیشن گیپ نہیں ہے۔ ہمارے بیچ انا نہیں ہے کہ کون پہل کر رہا ہے۔ شادی میں انا کا کوئی کام نہیں ہوتا۔ اس لیے ہم سلجھا لیتے ہیں۔ ہاں میں یہ مانتی ہوں کہ ہماری زیادہ تر لڑائیاں نوح سلجھاتا ہے۔ مگر میں نوح کے سامنے کبھی یہ بات نہیں مانتی۔

ایک دفعہ میں نے نوح کو بھی یہ کہا تھا کہ ہم سلجھا لیتے ہیں اور نوح کتنی دیر مجھے دیکھتا رہا اور پھر ہنس دیا۔ ہنس کر اس نے مجھے بازو کے حلقے میں لیا اور سر پر بوسہ دیا۔

مجھے تو ہماری پہلی لڑائی بھی یاد ہے جو امریکا آنے سے پہلے راولاکوٹ میں ہوئی تھی۔ میں کمرے میں داخل ہوئی تو میرا دماغ الٹ گیا۔ یہ تیسری دفعہ تھا کہ میں نے کمرہ ٹھیک کیا تھا اور نوح نے اس کی حالت ابتر۔ پتہ نہیں ہر دو منٹ بعد وہ کون سا قارون کا خزانہ ہے جو نوح ڈھونڈنے نکل پڑتا ہے اور وہ ملنے میں ہی نہیں آتا۔ اس بات پر ہماری لڑائی ہوئی۔

"ہاں تو میری مرضی میں جتنا کمرہ بکھراوں۔ تمھیں مسئلہ کیا ہے۔"

"مجھے مسئلہ یہ ہے کہ میں اس گند میں نہیں رہ سکتی۔ سو بار اس کمرے کی حالت ٹھیک کر چکی ہوں میں۔"

"تو نہ رہو۔ میں نے کہا ہے کہ رہو۔"

میں نے ہاتھ میں پکڑا کمبل وہیں بیڈ پر پھینکا اور "فائن۔" کہتی کمرے سے باہر نکل گئی۔ جاتے جاتے دروازہ زور سے مارنا نہیں بھولی تھی میں۔ باہر کچھ فاصلے پر بڑی مامی بیٹھی آلو

چھیل رہی تھی۔ ان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ میں کچھ بد گمان ہوتی باہر صحن میں چلی آئی۔ تھوڑی دیر بعد نوح کمرے سے نکلا۔ اپنی ماں سے نظریں چراتا وہ بھی صحن میں نکل آیا۔ میں پودوں کی کانٹ چھانٹ میں لگی تھی۔ وہ میرے پیچھے آر کا۔

"خانی۔" اس نے پکارا۔ میں بہری بنی رہی۔

"آئی ایم سوری۔" میں نے اس کی معافی کو کسی خاطر میں نہ لایا۔

"خانی۔" اس نے بازو سے پکڑ کر میرا رخ اپنی طرف کیا۔

"نوح غفار مجھ سے دور رہیں۔" میں قدرے اونچی آواز میں بولی تھی۔ میں مامی کو بھی سنوانا چاہتی تھی کہ ان کا بیٹا میرے پیچھے آیا ہے۔

"آئیندہ نہیں کروں گا۔ پکا۔" اس نے اتنی معصوم شکل بنائی کہ میں پگھل گئی۔ اور اس کا یہ آئیندہ نہ کرنے کا وعدہ صرف لفاظی ہی نکلا تھا۔

شام کی چائے پر مامی بڑی خوش تھی اور نانو سے کہہ رہی تھیں۔

"میرے تو کلیجے کو ٹھنڈک پڑ گئی جب خانی دروازہ بند کرتی باہر آئی اور کچھ دیر بعد نوح اس کے پیچھے آیا۔ مجھے لگا اب کوئی تو ہے جو میرے بیٹے کی اس بری عادت کو لگام ڈالے گا۔ ورنہ میں تو عاجز ہی آ گئی تھی۔"

مجھے کچھ شرمندگی ہوئی۔ میں کتنے جلدی بدگمان ہو گئی تھی۔ مامی کے چہرے پر وہ خوشی تو اپنے اونٹ کو پہاڑ کے نیچے دیکھنے کی تھی۔ دوسرے روز ہم سب کی رضوانہ خالہ کے ہاں دعوت تھی۔ گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر میں نانو کے ساتھ بیٹھی تھی۔ پیچھے امی، بڑی مامی اور چھوٹی مامی کے ساتھ سیمی اور فری بھی بیٹھی تھیں۔ اللہ۔ پورا راستہ نانو نے مجھے سیٹ پر بیٹھنے کے لیے ترسایا۔ ہینڈ بریک پر بیٹھ کر میں نے سارا راستہ گزارا۔ پیچھے والی سیٹ پر بھی حالات کچھ سازگار نہ تھے۔ تین فربہہ خواتین نے سیمی کو دروازے سے لگا رکھا تھا۔ فری مامی کی گود میں بیٹھی تھی اور اس کے گھٹنے میری کمر میں سوراخ کر رہے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ میں اگلے دو دن بیڈ سے نہیں اٹھ سکوں گی۔ اس سب میں صرف نوح تھا جو ٹھیک حالت میں گاڑی چلا رہا تھا۔ اس سب پر ظلم یہ کہ اترتے ہی نانو کہنے لگی۔

"ارے خانی تونے تو میری ہڈیوں کا پکچو مر کر دیا۔" نانو کی اس ناانصافی پر میرا دل کیا پھوٹ پھوٹ کر روؤں۔

دعوت اچھی تھی۔ بس نگین اچھی نہ تھی۔ مجھ سے تو ایسے ملی جیسے احسان کیا ہو۔ اور نوح سے ایسے ملی جیسے بچھڑی سہیلی مل گئی ہو۔ مجھ سے آخر کیا دشمنی۔ وہ ایسے مجھے دیکھ رہی تھی جیسے نوح امریکا سے رقعے لکھ لکھ کر اسے محبت کا یقین دلاتا رہا ہو اور ساری زندگی کے وعدے وعید کیے ہوں اور میں ان کی اس دکھ بھری لوسٹوری میں ایک شاطر ظالم ولن بن کر داخل ہو گئی ہوں۔ خیر مجھ سے اس کی زیادہ بات نہ ہو سکی کیونکہ وہ اپنی بچھڑی سہیلی میں مگن تھی۔

واپسی کا راستہ اچھا تھا کیونکہ صرف میں اور نوح ہی تھے۔ باقی سب کی تفصیل میں نہیں جاتے۔

"خانی کچھ ہوا ہے کیا؟" نوح نے خاموشی سے شیشے سے باہر دیکھتی خانی سے پوچھا۔

"نہیں۔"

"تو پھر ایسی ہی خاموش کیوں ہو؟"

"کیوں اپنی بچپن کی سہیلی کی باتیں سن سن کر جی نہیں بھرا جواب مجھے بھی سننا چاہتے ہیں۔"

نوح نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ اور پھر اسے سمجھ آیا کیونکہ خیر النساء صاحبہ منہ پھلائے بیٹھی ہیں۔ اس نے مسکراہٹ دبائی۔

"ویسے اچھی لڑکی ہے وہ۔ اور باتیں بھی اچھی کرتی ہے۔"

"تو اسی اچھی لڑکی سے شادی کر لیتے۔ تب تو بڑا منہ بھر کر کہہ دیا تھا کہ مجھے نگین سے شادی نہیں کرنی۔" خیر النساء اس کی طرف مڑی تھی۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔ ایک تو اس کا قہقہہ ڈرا دیتا تھا۔

"تم جیلس ہوتے اچھی لگتی ہوں۔"

"آپ کے خواب میں، میں جیلس ہوں گی اس سے۔"

"تو یعنی میں یہ خواب دیکھ رہا ہوں۔" خیر النساء کوئی جواب دیے بغیر اس سے رخ موڑ گئی۔

Clubb of Quality Content

نوح نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اس نے واپس کھینچنا چاہا۔ مگر گرفت مضبوط تھی۔ وہ ہاتھ اب ہمیشہ اس کے ہاتھ میں ہی رہنا تھا۔ نوح غفار کو منانا آتا تھا۔ اسے لفظوں کے بغیر اپنے عمل سے منانا آتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مزئیر کو گود میں بیٹھاتے نوح نے اسے دیکھا۔ وہ صوفے کے ہتھے پر کہنی ٹکائے چہرہ ہتھیلی پر گرائے ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ یہ وقت اس کا ڈرامہ دیکھنے کا تھا اور میں بچوں کو سنبھالتا تھا۔ اسے دیکھ کر بے ساختہ ہی مسکراہٹ میرے چہرے پر آئی۔ وہ میرا گھر تھی۔ اس کی وجہ سے میرا گھر تھا۔ مجھے یاد ہے نانو نے شادی سے پہلے مجھ سے کیا کہا تھا۔۔

"نوح تم میرے پوتے ہو مگر خانی میری بیٹی ہے۔ وہ سمجھتی ہے مجھے سب سے زیادہ محبت تم سے ہے مگر مجھے اپنی تمام اولاد میں سب سے زیادہ محبت خانی سے ہے۔ میں اپنا سب سے عزیز پودہ تمھیں دینے جا رہی ہوں نوح۔ اسے کبھی مرجھانے نہ دینا۔ کوشش کرنا کہ وہ ہمیشہ نرم سر سبز پودہ رہے۔ کبھی خاردار یا سخت خول والا پودہ نہ بنے۔ یہ مرد پر ہوتا ہے کہ اس کی عورت کیسا پودہ بنتی ہے۔ نرم یا سخت کھردرا۔ میری خانی بہت سادہ نرم دل لڑکی ہے

۔بلکہ شاید ہر عورت ہی سادہ ہوتی ہے۔ محبت اور عزت جیسی بڑی باتوں سے خوش ہو جاتی ہے اور مرد کم عقل سونے چاندی جیسی چھوٹی چیزوں کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے۔اس کا خیال کرنا نوح۔اور اپنی عورت کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔"

نانو نے اور بھی بہت کچھ کہا تھا۔وہ جانتی تھیں میں سن رہا ہوں۔وہ جانتی تھیں دروازے کے ساتھ کھڑی خانی سن رہی ہے۔وہ سب باتیں میرے اور خانی کے لیے تھیں۔

نانو نے ٹھیک کہا تھا۔وہ بہت سادہ ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر خوش ہو جاتی ہے۔ میرا اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولنا، ٹیبل پر برتن لگوانا، کام کرتے اس کے پاس کھڑے رہنا یا کوئی چھوٹا سا تحفہ لے آنا۔ مرد کو زبان دراز لڑاکا عورتیں نہیں پسند۔وہ چاہتا ہے کہ گھر آئے تو پُرسکون ماحول اس کا استقبال کرے۔اس کی ہنستی مسکراتی بیوی ہو۔نہ کہ چیلچپک کرنے والی لڑاکا عورت۔ جس کے شکوہ شکائیتیں ہی ختم نہ ہوں۔خانی میرے لیے وہ عورت ہے جس کی مرد خواہش کرتا ہے۔خیر النساء واقعی میرے لیے خیر والی عورت ہے۔

ہماری بہت ساری لڑائیاں ہوتی ہیں مگر ہم سلجھالیتے ہیں۔ہاں زیادہ تر لڑائیاں میں سلجھاتا ہوں مگر خیر النساء یہ کبھی نہیں مانتی۔وہ کہتی ہے کہ "ہم" سلجھاتے ہیں۔اس نے جس مان جس بھرم سے یہ کہا تھا میں اس کی نفی نہیں کر سکا۔اس کی اٹھی ٹھوڑی پر مجھے بے ساختہ بے انتہا پیار آیا۔اس کے تمام بھرم میں نے ہی قائم رکھنے ہیں۔میں نے اس کی عزت اور قدر کرنی ہے اور لوگوں سے بھی کروانی ہے کیونکہ وہ میری بیوی ہے میری ساتھی ۔میرے پیچھے میری امانتدار۔اس کی جتنی قدر کروں کم ہے۔اور مجھے واقعی اس کے معاملے میں اللہ سے ڈر لگتا ہے۔کہیں میں کبھی اس کے حق میں کمی نہ کردوں جبکہ وہ اپنے تمام فرائض اچھے سے نبھاتی ہے۔

معصب سو گیا تھا۔نوح اسے کمرے میں چھوڑ آیا اور مزئیر کو خیر النساء کی گود میں دیا جو کہ سونے اور رونے کی تیاری کر رہا تھا۔تھوڑی دیر بعد نوح واپس آیا۔ہاتھ میں چائے کے دو مگ تھے۔اس نے چائے کے مگ سنٹرل ٹیبل پر رکھے اور مزئیر کو میری گود سے لے لیا

اور کمرے میں لیٹا آیا۔ میرے ساتھ صوفے پر بیٹھنے سے پہلے اس نے ایک مگ اٹھا کر مجھے پکڑایا۔ اس کا البتہ وہیں پڑا تھا۔

"میں بنا لیتی۔" نوح میرے پاس بیٹھا۔

"روز تم بناتی ہو آج میں نے بنا لی۔" اس نے اپنا ماتھا میرے کندھے پر ٹکایا۔

"تھک گئے ہیں؟"

"ہوں۔" وہ واقعی تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

"آپ کو آرام کرنا چاہیے اب۔"

"ہوں۔" کتنی دیر نوح میرے کندھے پر ماتھا ٹکائے بیٹھا رہا۔ میں چائے کے گھونٹ لیتی رہی۔ ٹی وی کی آواز میں نے بند کر دی تھی۔ نوح نے سر اٹھایا اور میرے ہاتھ سے مگ لے کر چائے کا گھونٹ بھرا۔

"سوچ رہا ہوں چھٹی لے لوں۔"

"لے لیں کچھ دنوں کی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کشمیر چلتے ہیں۔ عید وہیں کریں گے۔" نوح نے میرے دل کی بات کہی تھی۔ بہت دنوں سے میں یہ سوچ رہی تھی مگر نوح سے نہیں کہا تھا۔ اس کی مصروفیات کی وجہ سے میں نے بات کرنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔

"بالکل چلتے ہیں۔" میں پرجوش ہوئی۔ مجھے واقعی سب کی یاد آرہی تھی۔

ٹھیک تین ہفتوں بعد ہم راولاکوٹ کشمیر میں تھے۔ رمضان اور عید ہم نے سب کے ساتھ گزاری تھی۔ آج عرصے بعد میں اپنی دکان پر آئی تھی۔ میری شادی کے بعد نانو نے دکان کو خیر النساء سمجھ کر اپنے جگر سے لگا لیا۔ ہاں ہاں۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ وہ دکان جو میری موجودگی میں منحوس تھی میری رخصتی کے ساتھ ہی نانو کے جگر کا ٹکڑا ہو گئی۔ ان کی خانی کی نشانی۔ انھوں نے اعلیٰ علان کہہ دیا تھا کہ خبردار جو کسی نے خانی کی دکان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا۔ تب اور اب، چچا نے دوبارہ کاروبار کے لیے دکان کا ذکر نہ کیا۔

میری دکان بیس بائیس سال کا ایک لڑکا چلا رہا تھا۔ دکان کا حال دیکھ کر میں نے اس کی پھینٹی لگادی۔ وہ آخر کرتا کیا تھا یہاں۔ پودوں کا حال برا تھا۔ بڑی مشکل سے نوح نے میرا غصہ ٹھنڈا کیا اور ہم نے واپسی کی راہ لی۔

"تمھیں یہ جگہ یاد ہے۔" نوح کے کہنے پر میں نے ارد گرد دیکھا۔ اس جگہ میں یاد کرنے والا کیا تھا۔ میں نے سوالیہ نظروں سے نوح کو دیکھا۔

"یہیں کھڑے ہو کر تم نے ایک چھوٹی سی بات پر رو رو کر سارے شہر کو ڈبونے کی کوشش کی تھی۔" خانی کو یاد آیا۔ وہ اس روز اس کے سامنے کھڑے ہو کر کتنا روئی تھی۔

"ہاں تو۔ میرا موڈ تھا رونے کا اور وہ کوئی چھوٹی بات نہیں تھی۔" خانی نے ہاتھ کا چھجا سا بنا کر ماتھے پر رکھا۔ نوح نے اس کا ہاتھ نیچے کرتے اسے اپنے سامنے کیا۔ وہ اب چھاؤں میں تھی۔

"گاڈ خانی۔ رونے کا بھی موڈ ہوتا ہے۔"

"ہاں ہوتا ہے۔ ہم لڑکیوں کا ہوتا ہے۔" وہ ہنسا۔

"اچھا ایک بات بتاؤ۔" نوح نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کچھ فاصلے پر لگے ایک بینچ پر جا بیٹھا۔

"پوچھیں۔"

"تم ہمارے نکاح سے پہلے مجھے دیکھ کیوں نہیں رہی تھی؟" نوح کے لہجے میں شرارت تھی۔ ایک تو نوح اس بات کو پکڑ کر ہی بیٹھ گیا تھا۔ اتنے سال گزر گئے تھے مگر نہ تو یہ آدمی خود وہ منظر بھولتا تھا اور نہ خیر النساء کو بھولنے دیتا تھا۔ ہر کچھ دن بعد اس کا یہ سوال ہوتا تھا۔

"نوح۔ آپ نے ایک اور بار یہ بات دہرائی تو میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گی۔"

"آخر اس بات میں ایسا کیا ہے کہ تم ناراض ہو جاؤ گی؟"

"نوح۔" وہ اسے تنگ کر رہا تھا۔ وہ ہو رہی تھی۔ وہ اسے اس بات سے چھیڑتا تھا اور وہ ہر بار زچ ہو جاتی تھی۔

خیر النساء کا فون بجا۔ کال گھر سے تھی۔

"ہاں بس آ رہے ہیں۔"

Clubb of Quality Content

"کیا ہوا؟" وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آپ کے چھوٹے ولی عہد نے رو رو کر گھر والوں کی ناک میں دم کر رکھا ہے۔" نوح نے دوبارہ اس کا ہاتھ پکڑا اور سڑک پار کرتے ایک لنک روڈ پر نیچے کی طرف اترنے لگا۔

"یوشع رونے میں پورا پورا تم پر گیا ہے۔"

"اچھا۔ اب میں آپ کو بتاتی ہوں اس کی کیا کیا باتیں آپ کی جیسی ہیں۔" اب وہ ہاتھوں پر اسے گنوا رہی تھی۔ وہ ساری عادتیں بھی جو نوح میں تھی ہی نہیں۔ وہ نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ وہ ہنس رہا تھا۔ وہ خفا ہو رہی تھی۔

وہ اس کی طرف جھک کر کچھ کہہ رہا تھا۔ خیر النساء دلچسپ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کیکر کے سفید پھولوں سے لدے درختوں کے نیچے وہ دونوں ایک ساتھ چل رہے تھے۔ ہم قدم۔ برابر میں۔ نوح نے ٹھیک کہا تھا۔ وہ ایک ساتھ اچھی زندگی گزاریں گے۔ وہ اچھی زندگی گزار رہے تھے۔

تو یہ تھا میری زندگی کا ایک چھوٹا سا حصہ۔ ایک خوبصورت قصہ۔ اس کے بعد کیا ہے میں نہیں جانتی۔ اس سے پہلے جو تھا خوبصورت تھا اور اس پل کے لیے میں شکر گزار ہوں کیونکہ اس ایک پل میں دو لوگ ایک ساتھ ہیں۔

نوح اور خیر النساء۔

"میں" اور "وہ"۔

یعنی

"ہم"۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تمت بالخیر

Clubb of Quality Content

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/ مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842